غلاموں کے حقوق اور کربلا

از رشحات قلم: حضرت ادیب عصر مرحوم

غلامی کا مسئلہ آج کے اہم مسائل میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے اسلام کو ہدف طعن بنایا جارہا ہے، مغرب و مغربی ذہنیتیں اس کی نوعیت اور افتاد کو سمجھے بغیر اس کی ظاہری صورت کے پیش نظر آزادی، انسانی ہمدردی اور حقوق بشری کے اتلاف کی دہائیاں دے رہی ہیں۔ جب نظائر کا موقع آتا ہے تو عرب کے جاہلی معاشرے کے واقعات اور اموی دور کی بہیمانہ کاروائیوں کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے جرم میں غلاموں کو عرب معاشرے کا انسانیت سوز تشدد برداشت کرنا پڑا اور اسی کو بنیاد بنا کر مغربی ذہنیت یا اسلام دشمن افراد اسلام کے خلاف عام نفرت کی فضا بناتے ہیں جب کہ اسلام نے ہر قسم کی غلامی ختم کرنے کے لئے ''لا الہ'' کا نعرہ بلند کیا۔

ارباب نظر جانتے ہیں کہ ''اِلٰہ'' اور ''اللّٰہ'' کے مفہوم میں بڑا فرق ہے، ''اِلٰہ'' ہر قسم کے معبود کو کہا جاتا ہے، ہر اس طاقت کو کہا جاتا ہے جو انسان کو غلط یا صحیح طریقے اور طاقت کے دباؤ میں رکھے، انسان کی توانائیوں کو اپنی مفادات کی جاگیر سمجھے، اسے اپنے خیالات و نظریات کا پابند بنانے کے ہر جائز و ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرے، وسیلہ کوئی

بھی ہو، اقتدا، بت، سماجی بندھن یا رسم ورواج.....۔

اوراللہ اس معبود حقیقی کو کہا جاتا ہے جو تمام صفات جمال وکمال کا جامع ہے، جو تمام دنیاؤں کا خالق ورازق ہے، وہی کائنات کا مربی ہے، ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں صرف وہی لائق عبادت ہے، صرف وہی سزاوار حکمرانی ہے۔

اسلام نے اپنے نعرے میں پورے معاشرے کو ہر قسم کی آزادی دلانے کا اعلان کیا تھا، ہر قسم کی غلامی سے نجات دلانے کی بات کہی تھی، وہ دین جو پوری انسانیت کو ہر قسم کی آزادی دلانے کا اعلان کرر ہا ہے، بھلا عرب معاشرے کی رسم غلامی کو کیسے برداشت کرسکتا ہے، وہ کیسے روا رکھ سکتا ہے کہ بزعم خود مٹھی بھر چودھری اپنے جیسے انسانوں کے جسم وجان کو اپنی ملکیت کہیں اوران کی صلاحیتوں کو اپنے مفادات کے لئے جس طرح چاہیں استعمال کریں، ان کی فکری آزادی کا حق سلب کرلیں، ان کی عزت کا حق ماریں اور سیرت وکردار کا استحصال کریں۔

قرآن میں عرب ذہنیت واخلاق کا بڑا اچھا استعارہ پیش کیا گیا ہے:

﴿ **إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالاً فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ** ﴾ ''ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جن سے وہ ٹھوریوں تک جکڑے گئے ہیں، اس لئے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں''۔(۱)

اس آیت میں طوق سے مراد ان کی اپنی ہٹ دھرمی ہے جو ان کے قبول حق میں مانع ہورہی تھی، ٹھوریوں تک جکڑے جانے اور سر اٹھائے کھڑے ہونے سے مراد گردن کی اکڑ ہے جو تکبر ونخوت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالی یہ فرمارہا ہے کہ ہم نے ان کی ضد اور ہٹ

....

۱۔ یٰسین/۸

دھرمی کوان کی گردن کا طوق بنا دیا ہے اور جس کبر و نخوت میں یہ مبتلا ہیں اس کی وجہ سے ان کی گردنیں اس طرح اکڑ گئی ہیں کہ اب خواہ کوئی روشن سے روشن حقیقت بھی ان کے سامنے آجائے یہ اس کی طرف التفات کر کے نہ دیکھیں گے۔(۱)

بات یہ ہے کہ عرب معاشرے کی رسم غلامی ان کے اخلاق و مزاج کا مکروہ نتیجہ تھی اور معاشرے کی جڑوں میں اس طرح پیوست تھی کہ اسے اچانک ختم کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے اس بیماری کے سلسلے میں علاج بالمثل کا طریقہ اپنایا گیا، یا جس طرح ایک بھولے بھٹکے انسان کو صحیح راستے پر لگانے کے لئے کچھ دور تک اس کے ساتھ چلنا پڑتا ہے، اسلام نے اس قبیح رسم کو ختم کرنے کے لئے انسانی ہمدردی، بلند اخلاق اور شریعت پسندی کے داخلی سرچشموں کو ابھارا۔ قرآن میں گردن چھڑانے کو ایسی جاندار نیکی کہا گیا ہے جو قیامت کی تمام ہولناک گھاٹیوں میں معین و مددگار ہوگی۔(۲) غلامی سے آزاد کرانے کی نیکی صداقت کردار کی دلیل قرار دی گئی۔(۳) مختلف گناہ کے کفاروں میں تحریر رقبہ کو بھی

....

۱۔ تفہیم القرآن ج ۴ص ۲۴۷

۲۔ البلد ۱۱۔۱۳؛ آیت اور ترجمہ: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ☆ وَمَا أَدْرَاکَ مَا الْعَقَبَةُ ☆ فَکُّ رَقَبَةٍ ﴾ ''پھر وہ گھاٹی پر سے کیوں نہیں گزرا، اور تم کیا جانو یہ گھاٹی کیا ہے، کسی گردن کا آزاد کرانا''۔

۳۔ بقرہ/۱۷۷؛ مکمل آیت اور اس کا ترجمہ: ﴿لَیْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَکِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِکَةِ وَالْکِتَابِ وَالنَّبِیِّینَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِی الْقُرْبَى وَالْیَتَامَى وَالْمَسَاکِینَ وَابْنَ السَّبِیلِ وَالسَّائِلِینَ وَفِی الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّکَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِینَ فِی الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِینَ الْبَأْسِ أُولَئِکَ الَّذِینَ صَدَقُوا وَأُولَئِکَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ ''نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی اس شخص کا حصہ ہے جو اللہ اور آخرت، ملائکہ اور کتاب پر ایمان لے آئے اور محبت خدا (باقی آئندہ صفحہ پر...)

شامل کیا گیا۔(۱)

قرآن کے ان واضح احکامات کے پس منظر میں ''راسخون فی العلم'' کی ابدآثار سیرت پر نظر کی جائے تو غلامی کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے، انہوں نے غلاموں کو بھی اچھوت نہیں سمجھا، اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے، انہیں خانگی اور اجتماعی امور کی اہم ذمہ داری سونپتے تھے، اگر ان سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہو جاتی تھی تو شفقت سے نصیحت فرماتے تھے، کام نظر انداز کر کے سو جانے پر سر اٹھا کر زانو پر رکھتے اور فرماتے تھے کہ دن کام کے لئے اور رات آرام کے لئے۔

غلاموں کو عرب معاشرے میں انتہائی ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ان کا بلند اخلاق کسی پذیرائی کا مستحق نہیں تھا، ان کا تقوی استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا، ان کی پسندیدہ سیرت گونگے کا خواب تھی، ان کے کارنامے آقا کے کھاتے میں لکھے

....

(...پچھلے صفحہ کا بقیہ:) میں قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں، غربت زدہ مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور جو بھی عہد کرے اسے پورا کرے اور فقر و فاقہ میں اور پریشانیوں اور بیماریوں میں اور میدان جنگ کے حالات میں صبر کرنے والے ہوں تو یہی لوگ اپنے دعوائے ایمان واحسان میں سچے ہیں اور یہی صاحبان تقوی اور پرہیزگار ہیں''۔

۱۔مائدہ/۸۹؛ مجادلہ/۳؛ مائدہ کی آیت اور ترجمہ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ ''خدا تم سے بے مقصد قسمیں کھانے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گرہ دل نے باندھ لی ہے ان کی مخالفت کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے''۔

جاتے تھے۔

اسلام نے ان کے وجود کو تسلیم کیا، ان کے کردار کو ان کی اپنی ملکیت قرار دیا، انسانیت کے ناطے انہیں جو عزت ملنی چاہئے اس کا اہتمام فرمایا بلکہ ان کی عزت افزائی کے خصوصی مظاہرے فرمائے، لشکر کے سر برآوردہ افراد ناک بھوں چڑھاتے رہے لیکن لشکر کی سرداری غلام زادے ہی کو دی گئی جب کہ اس کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔

رسول خدا نے معترضین کی توبیخ فرمائی:

''اے لوگو! یہ تم لوگ آپس میں کیا چہ میگوئیاں کر رہے ہو اسامہ کے امیر لشکر ہونے کے بارے میں، خدا کی قسم! یہ امیر لشکر بنائے جانے کے لئے انتہائی موزوں شخص ہے، جس طرح اس کا باپ زید لشکر کا سردار متعین کئے جانے کا مستحق تھا''۔(۱)

اس تناظر میں عرب معاشرے کو انہیں جیسے دبے کچلے اور پسماندہ انسانوں کا سماجی حق دلانا بڑا مشکل کام تھا، کیونکہ وہ ایک وقتی حادثہ جنگ یا غارت گری کی وجہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں، اسلام نے پانی کے اس بہاؤ کا رخ موڑنے کے لئے غلامی سے متعلق متوازن اور نجات دہندہ احکامات صادر فرمائے اور دین کے حقیقی ذمہ داروں نے اپنی مقدس سیرت پیش کر کے ان کو درخشاں بنایا۔

واقعہ کربلا کے رنگارنگ اور ہمہ جہت تنوع میں حقوق و فرائض کے تال میل اور توازن کے ابدآثار اسباق بھی نظر آتے ہیں، کربلا میں غلاموں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، حضرت حارث جن کے والد نبہان جناب حمزہ کے غلام تھے، عامر بن مسلم عبدی کے

....

۱۔ بحارالانوار ج ۳۰ ص ۴۲۷ کے بعد تفصیل سے اس موضوع پر متعلق بحث کی گئی ہے؛ حتی جن لوگوں نے جیش اسامہ کی مخالفت کی تھی ان پر رسول خداؐ نے لعنت بھی فرمائی ہے۔

غلام سالم، امام حسنؑ کے وفادار غلام سلیم، شبیب بن عبداللہ جو حارث بن سریع ہمدانی کے غلام تھے، قارب بن عبداللہ بن اریقط کی والدہ فکیہہ جناب رباب کی کنیز تھیں، شوذب بن عبداللہ جنہیں عابس شاکری کا غلام کہا جاتا ہے، سعد بن حارث جو حضرت علیؑ کے غلام تھے اور امام حسینؑ کے غلام اسلم، مسلم بن کثیر اعرج کے غلام جن کا نام رافع بن عبداللہ تھا، امام حسینؑ کی کنیز حسینیہ کے فرزند منجح اور واضح الترکی کے علاوہ حضرت جون بن حوی... وغیرہ۔(۱)

انسانی حریت کے ان مایہ ناز علمبرداروں کے کارنامے آزادوں سے کسی محاذ پر کسی طرح کم نہیں ہیں، اس لئے کہ وہ معصوم قیادت میں بقائے اسلام کے لئے جنگ کر رہے تھے، وہی جوش و جذبہ، وہی سرفروشی اور وہی خودشناسی جو معرفت کردگار کا زینہ بنتی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت ابوذرؓ کے غلام جون بن حوی بن قتادہ بن اعور بن ساعدہ بن عوف بن کعب بن حوی کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔(۲) آپ کے نام کے متعلق سیرت و مقاتل کی کتابوں میں بڑا اختلاف ہے، کسی نے عون لکھا ہے، کسی نے والد کے نام حوی کو خود ان کا نام سمجھ لیا ہے، کسی نے جوین بن ابی مالک لکھ دیا ہے لیکن حضرت ابوذر کے غلام ہونے کی نشاندہی سب نے کی ہے۔(۳)

آپ فضل بن عباس کی ملکیت میں تھے، حضرت امیرالمومنین نے ڈیڑھ اشرفی میں

۱۔ان میں سے بعض مایہ ناز غلاموں کے حالات و کارنامے اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۵۔۲۵۰ پر ملاحظہ کریں۔

۲۔اعیان الشیعہ ج۴ص۲۹۷

۳۔جناب جون کا صحیح نام ''جون بن حوی'' ہے، بہت سے علمائے رجال اور تذکرہ نگاروں نے اس کی تصریح کی ہے؛ ملاحظہ ہو: رجال طوسی ص۹۹؛ اعیان الشیعہ ج۴ص۲۹۷

خرید کر رسول کے صادق اللہجہ صحابی حضرت ابوذر جندب بن جنادہ کو آپ کی خدمت کے لئے ہبہ فرما دیا تھا، تمام نرم و گرم حالات میں جون آپ کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ ربذہ کی جلا وطنی میں بھی حق رفاقت نبھایا۔ ۳۲ھ میں جب حضرت ابوذر کا انتقال ہوگیا(۱) تو جون کے لئے اپنی آزادی کا بڑا اچھا موقع تھا لیکن ان کی سوجھ بوجھ نے غلامی کی زندگی کو ترجیح دی کیونکہ جس غلامی کا فیصلہ کیا تھا اس پر شاہی قربان تھی، آزادی نثار تھی۔ آپ مدینہ آکر امیر المومنین کی خدمت اقدس میں زندگی گزارنے لگے، آپ کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خدمت گزاری سے سرفراز رہے۔(۲)

کربلا سے پہلے تک آپ کے حالات پردۂ خفا میں ہیں لیکن نویں محرم کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پر اہل بیت کو بڑا وثوق تھا، آپ ہی جنگی ہتھیاروں کے محافظ بنائے گئے تھے چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں اپنے خیمے میں بیٹھا تھا اور پھوپھی زینب میری تیمارداری فرما رہی تھیں، حضرت امام حسینؑ اس وقت اصحاب سے علیحدہ ایک خیمے میں تھے اور آپ کے پاس جون غلام ابوذر آپ کی تلوار پر صیقل کر رہے تھے۔(۳)

حضرت جون کے اذن جہاد طلب کرنے کا انداز، جنگ اور بعد شہادت کے حالات سے غلاموں کے بارے میں صحیح اسلامی نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے، چونکہ اس شہید نے اپنا فرض شاندار انداز میں انجام دیا اس لئے اس کے حقوق کی مراعات کا امام وقت نے

....

۱۔ بعض مورخین نے جناب ابوذر غفاری کی تاریخ وفات ۳۱ھ تحریر کی ہے۔(ملاحظہ ہو: عنصر شجاعت ا ص ۲۹۸)

۲۔ ابصار العین فی انصار الحسین ص ۱۷۶؛ اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۹۷

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۸؛ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۵۸؛ اعیان الشیعہ ج ا ص ۶۰۱؛ مقتل ابومخنف ص ۱۱۱

خصوصی اہتمام فرمایا۔

جب حضرت جون نے امام سے جنگ کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ تم ہمارے ساتھ آسائش کے لئے تھے اب ہماری وجہ سے پریشانی اور مصائب میں کیوں مبتلا ہوتے ہو...؟(۱)

امام اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کا جواب کیا ہوگا لیکن چونکہ اسلام میں ہر عمل اس کے عامل کی ملکیت ہوتا ہے، وہی اس کی مدح کا مستحق ہوتا ہے، اس میں آزاد و غلام کی کوئی تفریق نہیں اس لئے امام نے یہ فرما کر اسے اپنے عمل کا پورا پورا اختیار دے دیا۔ اگر امام یہ نہ فرماتے تو عام سماجی معیار کے مطابق جون کے عمل کی خود کوئی اپنی قدر و قیمت نہ رہ جاتی۔

حضرت جون امام کے قدموں پر گرے اور والہانہ بوسے دینے لگے، عرض کی: فرزند رسول! میں نے راحت و آسائش کے زمانے میں آپ کے خوان نعمت سے بھرپور استفادہ کیا، کیا اب مصائب میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں، یہ کیسے ہوسکتا ہے...؟(۲)

اب اس کے بعد تحفظ حقوق کے سلسلے میں غلام و آقا کا باہمی تعاون بڑے حساس موڑ پر پہونچ گیا۔

جون کہنے لگے: فرزند رسول! خدا کی قسم! میرے جسم سے بدبو آتی ہے، میرا حسب و نسب پست ہے، میرا رنگ سیاہ ہے... میرے آقا! مجھے جنگ کا مستحق بنا دیجئے، میں آپ

....

۱۔فقال له الحسین :یا جون انت فی اذن منی فانما تبعتنا طلبا للعافیة فلا تبتل بطریقتنا ۔(مثیر الاحزان ص ۴۷؛ اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۶۰۵؛ اللہوف ص ۶۴)

۲۔عربی متن:یابن رسول الله !انا فی الرخاء الحس قصاعکم و فی الشدة اخذلکم ؟۔

سے اس وقت تک جدا نہ ہوں گا جب تک میرا یہ سیاہ خون آپ کے خون میں شامل نہ ہو جائے۔(۱)

امام نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت جون نے پچیس سے زیادہ شامیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔(۲) بعض روایات میں ہے کہ ستر سے زیادہ اشقیاء کو فی النار کیا۔(۳)

رخصت کے وقت جون نے جس دردناک انداز میں اپنا جوش و جذبہ ظاہر کرتے ہوئے اپنے دل کا کرب ظاہر کیا تھا وہ امام کے دل میں چبھ گیا تھا۔

جون نے کچھ کہا تھا، وہ عام سماجی حالت کا بیان تھا، وہ اس حالت میں اپنے کردار کی مستقل حیثیت منوانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام نے آکر ان کے گلے میں بانہیں حمائل کر دیں، پھر سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اس حالت میں جون کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔آپ نے دعا کی: خدایا! ان کے چہرے کو سفید اور نورانی کر دے، انہیں خوشبو سے نہال کر دے اور انہیں اہل بیت کے زمرے میں شامل فرما۔(۴)

....

۱۔عربی متن: واللہ ان ریحی لنتن وان حسبی للئیم و لونی لاسود فتنفس علی بالجنة فیطب ریحی و یشرف حسبی و یبیض وجھی لا واللہ لاافارقکم حتی یختلط ھذ الدم الاسود مع دمائکم ۔(ملاحظہ ہو: ابصار العین فی انصار الحسین ص۱۷۶؛ مثیر الاحزان ص۴۷؛ اعیان الشیعہ ج۴ص۲۹۷؛ اللھوف ص۶۵؛ ترجمہ لہوف ص۱۴۹۔۱۵۰)

۲۔مقتل العوالم ص۸۸؛ نفس المہموم ص۱۵۰

۳۔بحار الانوار ج۴۵ص۲۳

۴۔اعیان الشیعہ ج۴ص۲۹۷؛ ابصار العین فی انصار الحسینؑ ص۱۷۷

اوراس دعا نے اپنا اثر بھی دکھایا، آپ کے بدن سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں اور جسم سے مشک کی خوشبو پھبک رہی تھی۔(۱)

یہی عزت افزائی غلام ترکی اور اسلم کے ساتھ بھی نظر آئی۔ مقتل مقرم میں ہے کہ جب واضح الترکی زخمی ہوکر گرے تو امام کی بارگاہ میں آواز استغاثہ بلند کی، امام حسینؑ تشریف لائے اور گلے میں بانہیں حمائل کردیں۔ واضح نے یہ دیکھ کر آواز دی:

من مثلی و ابن رسول الله واضع خده علی خدی ''میرا مثل کون ہوسکتا ہے، فرزند رسول نے میری یہ عزت افزائی کی کہ اپنے رخسار میرے رخسار پر رکھ دے''۔(۲)

یہ کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

امام نے اپنے غلام اسلم کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا کہ لاش سے لپٹ گئے اور گلے میں بانہیں حمائل کردیں۔ یہ عزت افزائی دیکھ کر وہ تبسم صبح بہار بن گیا اور فخر و ناز کرتے ہوئے قضائے الٰہی کو لبیک کہا....۔(۳)

مطبوعہ کتاب کربلا تنظیم المکاتب ۱۴۱۹ھ

....

۱۔ابصار العین ص ۱۷۷؛ نفس المہموم ص ۲۶۴؛ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۳؛ آخر الذکر کتاب میں امام باقر علیہ السلام کی روایت منقول ہے کہ میرے بابا سید سجاد نے فرمایا: ان الناس کانوا یحضرون المعرکة و یدفنون القتلی فوجدوا جونا بعد عشرة ایام یفوح منه رائحة المسک رضوان الله علیه ''بنی اسد کے لوگ قتلگاہ میں آئے تاکہ شہیدوں کی لاشیں دفن کریں، انہوں نے دس روز کے بعد بھی جون کی لاش سے خوشبو بھبکتی ہوئی دیکھی، خدا ان سے راضی ہوا''۔

۲۔اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۳۰۳؛ انصار العین فی انصار الحسین ص ۱۴۵

۳۔ابصار العین فی انصار الحسین ص ۹۶؛ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۳۰۴